# اُردو میں علمی خطبات کی چند مثالیں

ڈاکٹر خالد ندیم
(صدر شعبہ اردو اور مشرقی زبانیں، سرگودھا یونیورسٹی سرگودھا)

Khalid Nadeem
Chairman / Associate Professor (Urdu)
Department of Urdu & Oriental Languages, University of Sargodha

**Abstract:**

The tradition of sermons in the history of the world is as old as man himself. Prophets, reformers, philosophers, intellectuals, politicians, generals, every individual who excelled in knowledge and wisdom or wealth or power and might, he needed to address others. This tradition has been very strong in the history of Islam itself, in which the most important sermon was given by the Holy Prophet himself in the farewell pilgrimage. Of course, writers and scholars continue to give speeches based on sermons and advice in ceremonies, conferences, gatherings and meetings, but they are not taken into consideration in the study. This study deals with sermons which have been organized by an organization under its own specific project or national intellectual need. Eminent scholars are requested to present their sermons or papers. The scholars are given enough time to work on their proposed sermons by academic, literary, educational, religious or national organizations to present to the selected people.

***Key Words:*** Urdu, sermons, Syed Sulaiman Nadvi, Dr Muhammad Hamidullah, Dr. Mahmood Ahmad Ghazi, Dr. Muhammad Yasin Mazhar Siddiquie, national needs

خطبہ عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا مادہ خ ط ب ہے۔ اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ میں اسے بمعنی وعظ و نصیحت بتایا گیا ہے۔[1] مفرداتِ راغب میں ہے، اَلْخَطْبُ وَ الْمُخَاطَبَۃُ وَ التَّخَاطُبُ، یعنی باہم گفتگو کرنا، ایک دوسرے کی طرف بات لَوٹانا۔[2] عربی زبان میں اس کے لیے محاضرہ کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے، جس کی جمع محاضرات ہے۔ محاضرہ کے معنی علمی تقریر یا حاضر جوابی کے ہیں؛ جب کہ انگریزی زبان میں اس کے متبادل lecture کا چلن ہے، جیسا کہ اقبال کے انگریزی خطبات کے پہلے ایڈیشن کا نام Six Lectures on Reconstruction of Religious Thought in Islam۔

تاریخ عالمِ اسلامی میں خطبات کی روایت اتنی ہی قدیم ہے، جتنی خود انسان کی۔ انبیاے کرام، مصلحین، فلسفی، دانشور، سیاست دان، سپہ سالار غرض ہر وہ فرد، جو علم و حکمت یا مال و دولت یا قوت و جبروت

میں ممتاز ہوا، اسے دوسروں سے مخاطب ہونے کی ضرورت پیش آئی۔ خود تاریخِ اسلام میں اس یہ روایت بہت مستحکم رہی ہے، جس میں سب سے اہم خطبہ خود نبی کریمؐ کی طرف سے حجۃ الوداع میں دیا گیا۔

یقیناً ادبا، علما، حکما اور فضلا تقریبات، محافل، مجالس اور جلسوں میں مواعظ و نصائح پر مبنی خطاب کرتے رہتے ہیں، لیکن زیرِ نظر تالیف میں ان سے سروکار نہیں رکھا گیا۔ اس سے مراد ایسے خطبات ہیں، جن کا اہتمام کسی ایک تنظیم یا مختلف اداروں نے اپنے کسی خاص منصوبے یا علمی ضرورت کے تحت کیا ہو۔ بالعموم ملّی و قومی ضرورتوں کے پیشِ نظر ایسے خطبات کا انتظام کیا جاتا ہے۔ ان خطبات کے لیے وقت کے نامور علما و فضلا سے درخواست کی جاتی ہے۔ علمی، ادبی، تعلیمی، مذہبی یا قومی تنظیمیں اس کے لیے ماہ سال کے اعتبار سے وقت دیتی ہیں اور پھر جب مجوزہ خطبات، مقالات کی صورت تیار ہو جاتے ہیں تو منتخب لوگوں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ بعض اوقات کسی عالمِ بے بدل کی اپنے علم و فضل کی بنیاد پر کی گئی زبانی گفتگو وقیع مقالات سے بھی بڑھ جاتی ہے، چنانچہ ایسے فضلا سے تحریری خطبات کا مطالبہ اور تقاضا درست نہیں۔

برِصغیر میں ایسے خطبات کا سلسلہ مدراس میں بعض مسیحی مشنریوں کی سرگرمیوں سے ہوا۔ اس حوالے سے سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

> ”مدراس میں کچھ برسوں سے ایک امریکن عیسائی کی فیاضی سے مدراس یونیورسٹی کے طلبہ کے سامنے کوئی نہ کوئی ممتاز عیسائی فاضل حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات و سوانح اور مسیحی مذہب کے متعلق چند عالمانہ خطبے دیتا ہے۔ یہ خطبے سال بسال ہوتے ہیں اور نہایت دلچسپی سے سنے جاتے ہیں۔“(3)

اسی کے ردّ عمل میں مدراس کے مسلمانوں نے جدید تعلیم یافتہ نَوجوانوں کی ذہنی و فکری تشفی کے لیے دانشوروں کو اپنے ہاں مدعو کرنے کا منصوبہ بنایا، جس کے لیے سیٹھ محمد جمال کی سرپرستی اور سیٹھ حمید حسن کی نظامت حاصل ہو گئی، چنانچہ اسلامی تعلیمی انجمن، یعنی Muslim Educational Association Southern India قائم کی گئی، جس نے 1925ء میں سید سلیمان ندوی، 1927ء میں محمد مارماڈیوک پکتھال اور 1929ء میں علامہ اقبال کو دعوتِ خطبات دی۔ واضح رہے کہ ان میں صرف سید سلیمان ندوی کے خطبات اردو زبان میں دیے گئے، جب کہ دیگر دونوں دانشوروں نے اپنے خطبات کے لیے انگریزی زبان کو ذریعہ بنایا اور حقیقت یہ ہے کہ اس تنظیم کا مطمحِ نظر ہی یہ تھا کہ اس انگریزی داں طبقے کی رہنمائی کی جائے، جو جدید اور مغربی تہذیب کے زیرِ اثر فکری و نظری تشکیک کا شکار ہو رہا ہے۔ انجمن نے سب سے پہلے سید سلیمان ندوی (1884ء۔ 1953ء) کو دعوت دی، جسے انھوں نے قبول کر لیا اور اکتوبر 1925ء کے پہلے ہفتے سے نومبر

1925ء کے آخری ہفتے تک مدراس کے لالی ہال میں ہفتے میں ایک یا دو مرتبہ بعد از نمازِ مغرب یہ خطبات پیش کیے۔

سید سلیمان ندوی کے خطبات کا تعلق سیرتِ نبوی اور اس کے مختلف پہلوؤں سے رہا۔ انھوں نے اپنے موضوع کو آٹھ اجزا میں تقسیم کیا، یعنی ○ انسانیت کی تکمیل صرف انبیاے کرامؑ کی سیرتوں سے ہو سکتی ہے۔ ○عالمگیر اور دائمی نمونۂ عمل صرف محمد رسول اللہؐ کی سیرت ہے،○ سیرتِ نبوی کا تاریخی پہلو،○ سیرتِ نبوی کی کاملیت،○ سیرتِ نبوی کی جامعیت،○ سیرتِ نبوی کی عملیت،○ اسلام کے پیغمبرؐ کا پیغام،○ ایمان اور عمل۔

یہ تمام خطبات زبانی تھے، بعد میں انھیں تحریری صورت دی گئی۔ بعد ازاں یہ خطباتِ مدراس کے نام سے شائع ہوئے۔ مقرر نے اگرچہ اردو زبان کو ذریعۂ اظہار بنایا، لیکن انھیں احساس تھا کہ ذریعہ اظہار انگریزی ہونا چاہیے تھا، چنانچہ وہ کہتے ہیں:

> ”مَیں اِس وقت آپ کے سامنے اردو میں تقریر کر رہا ہوں۔ گو اردو زبان نے ہندوستان میں اتنی ترقی کر لی ہے کہ وہ ملک کے ہر گوشے میں بولی اور سمجھی جاتی ہے، تاہم مَیں محسوس کرتا ہوں کہ مدراس کے لیے مناسب یہ تھا کہ یہ لیکچر انگریزی میں ہوتے، تاکہ ان کے فائدے کا دائرہ زیادہ وسیع ہوتا اور وہ بھی اس میں شریک ہو سکتے اور دلچسپی لے سکتے، جو اردو بالکل نہیں سمجھتے یا پوری طرح نہیں سمجھتے۔“[4]

اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ان خطبوں کی تلخیص وہاں کے انگریزی روزناموں Hindu اور Express میں شائع ہوتی رہی۔

شاہ معین الدین ندوی کا بیان ہے کہ درحقیقت یہ تنہا کتاب اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کی صداقت اور عظمت اور دوسرے مذاہب پر برتری کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔[5] حافظ مجیب اللہ ندوی نے لکھا کہ اس کتاب نے مسلم قوم کو سیرتِ نبوی پر بولنے اور لکھنے کا ایک نیا ماخذ دیا اور اس کی بدولت کتنے لوگوں کو سیرت پر بولنا آ گیا۔[6] اور ڈاکٹر زیبا افتخار کا کہنا ہے کہ یہ خطبات رسول اللہ کی سیرت کو بالکل اچھوتے انداز میں پیش کرتے ہیں۔[7] چنانچہ یہ خطبات اس قدر مقبول ہوئے کہ 1926ء میں اس کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا اور اب جب کہ اس اشاعت کو ایک صدی مکمل ہونے کو ہے، اس کی اشاعت مسلسل جاری ہے اور علمی حلقوں میں اپنی اہمیت اور افادیت کے پیشِ نظر یہ خطبات آج بھی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ سعید الحق دینوی نے Living Prophet کے نام سے اس کا انگریزی ترجمہ اور مولانا محمد ناظم ندوی نے الرسالۃ المحمدیہ کے نام سے عربی زبان میں۔

۱۹۲۹ءالٰہ آباد کی ہندوستانی اکیڈمی نے عرب اور ہندوستان کے باہمی تعلقات کی قدامت اور ان کی نوعیت پر خطبات پیش کرنے کے لیے سید سلیمان ندوی کو دعوت دی، چنانچہ سید صاحب نے الٰہ آباد جاکر22۔23مارچ 1929ء کو اس موضوع پر خطبات پیش کیے۔ اگرچہ اکیڈمی نے تین خطبات کے لیے درخواست کی تھی، لیکن مقرر نے موضوع کے مکمل احاطے کی غرض سے پانچ خطبات تیار کیے، یعنی:

- تعلقات کا آغاز اور ہندوستان کے عرب سیاح
- تجارتی تعلقات
- علمی تعلقات
- مذہبی تعلقات
- ہندوستان میں مسلمان فتوحات سے پہلے۔

1930ء میں اسی اکیڈمی نے یہ خطبات عرب وہند کے تعلقات کے نام سے کتابی صورت میں شائع کر دیے۔

سید صباح الدین عبدالرحمٰن کے مطابق اس موضوع پر سید سلیمان ندوی چوبیس برس تک مسلسل محنت اور جستجو کرتے رہے۔[8] چنانچہ وہ اس کی افادیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”اس کتاب کے سہارے معلوم نہیں، کتنی کتابیں تیار کی گئیں، کتنے مقالات لکھے گئے اور یونیورسٹیوں میں ڈگریاں حاصل کی ئیں۔ پھر اس میں کچھ ایسی باتوں کی طرف بھی اشارہ ہے، جس سے تحقیق کی نئی راہیں کھلیں۔ (اس کے ایک باب)”ہندوستان میں مسلمان فتوحات سے پہلے“ کے عنوان سے جو کچھ لکھا گیا ہے یا سندھ میں سومرہ حکمرانوں کے متعلق جو تفصیل دی گئی ہے یا قرامطہ اور اسماعیلی فرقوں کے نشو ونما کے سلسلے میں جو کچھ کہا گیا ہے، ان میں نئے محققوں کے لیے ایک نیا پیام ہے کہ وہ ان موضوعات پر اُسی غور وفکر، دقتِ نظری اور اخذ واستنباط سے کام لیں، جن سے یہ کتاب لکھی گئی ہے تو مفید لٹریچر کا ایک انبار لگ سکتا ہے۔“[9]

اور اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہو سکتا ہے کہ خود سید سلیمان ندوی نے بعد میں اس موضوع پر محنت جاری رکھی اور اردو زبان کے سندھ میں ابتدائی نقوش تلاش کر لیے اور سندھ میں اردو کے نام سے ایک وقیع مقالہ تحریر کر دیا۔ مزید برآں، بمبئی میں عربوں کی جہاز رانی کے موضوع پر خطبات کو بھی اس کتاب کے توسیع قرار دیا جا سکتا ہے۔ عرب وہند کے تعلقات کا ایک انگریزی ترجمہ Islamic Culture حیدرآباد دکن میں شائع ہوتا رہا اور سعید الحق کا یہ ترجمہ بعد میں کتابی صورت میں بھی منظر عام پر آیا۔[10]

1931ء میں بمبئی کی اسلامک ریسرچ ایسو سی ایشن نے انھیں مذکورہ موضوع کے منسلک موضوع عربوں کی جہاز رانی پر گفتگو کے لیے بلایا۔ یہ چار خطبات 18 سے 21 مارچ تک دیے گئے۔ ان خطبات کے متعلق سید صاحب لکھتے ہیں:

> ”مجھے نہایت خوشی ہے کہ مدراس والہ آباد کے بعد آج ہندوستان کے سب سے بڑے معمورہ (بمبئی) میں علمی خطبات کے ایک نئے سلسلے کا آغاز میرے بیان سے ہو رہا ہے۔“[11]

ان خطبات کا خلاصہ بمبئی کے انگریزی اور اردو روزناموں میں شائع ہوتا رہا اور Islamic Culture حیدرآباد میں اس کا انگریزی ترجمہ بھی چھپتا رہا۔[12] ○ لغاتِ عرب، ○ عہدِ نبوت میں عربوں کے بحری سفر، ○ سامان و آلاتِ جہاز رانی، ○ عربوں کی بحری تصنیفات پر مشتمل یہ مجموعہ عربوں کی جہاز رانی کے نام سے اسلامک ریسرچ ایسو سی ایشن کی طرف سے پہلی بار 1935ء میں معارف پریس اعظم گڑھ سے شائع ہوا۔

ہمارے بڑے جید علما بھی دینی معاملات سے آگے کم ہی بڑھتے ہیں، وہ زیادہ سے زیادہ تاریخِ اسلام تک پہنچ پاتے ہیں، لیکن جب سید سلیمان ندوی کے مذکورہ بالا خطبات، بالخصوص آخر الذکر کی بات کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک عالم، ایک مؤرخ، ایک سیاح، ایک جغرافیہ داں، ایک سیاست داں، ایک لغت نویس سبھی ایک شخصیت میں جمع ہو گئے ہیں اور مقرر نے اپنی ان تمام حیثیات میں اس قدر توازن پیدا کر لیا ہے کہ کوئی جہت دوسری پر غالب نہیں آتی اور کوئی پہلو کسی دوسرے پہلو سے کمزور نہیں پڑتا۔

سید صاحب نے موضوع اور سامعین کی مناسبت سے خطبات کا اسلوب متعین کیا ہے۔ کہیں ایسا محسوس نہیں ہوتا کہ اس موضوع پر اس سے بہتر ابلاغ ممکن ہے، چنانچہ خطباتِ مدراس کے لیے جو لب و لہجہ اور اسلوبِ بیان اختیار کیا ہے، عرب و ہند کے تعلقات میں اس سے مختلف اور اسی طرح عربوں کی جہاز رانی کے لیے برنگِ دگر۔ ان کی گفتگو میں ابلاغ کی بے پناہ قوت اور ان کے خیالات میں حاضرین و سامعین و قارئین کے لیے زبردست تحریک کا باعث بننے کی صلاحیت تھی۔ امتدادِ زمانہ کے ساتھ اگرچہ آخر الذکر دونوں خطبات کی حیثیت تاریخی ہو کر رہ گئی ہے، لیکن خطباتِ مدراس کی اہمیت و افادیت سے اب بھی انکار نہیں کیا جا سکتا، یہی وجہ ہے کہ سید صاحب کی دیگر تصانیف کے مقابلے میں جو تصنیف آج بھی ویسے ہی تر و تازہ ہے، وہ خطباتِ مدراس ہے۔

○○○

نومبر 1978ء میں عبدالقیوم قریشی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے وائس چانسلر مقرر ہوئے اور فروری 1979ء میں انھوں نے فرانس میں مقیم ہندوستانی نژاد عالمِ اسلام کے جید عالم ڈاکٹر محمد حمید اللہ (1908ء۔2002ء) مارچ 1980ء کو یونیورسٹی میں سیرت چیر کی پیشکش کر دی، جسے وہ بوجوہ قبول نہ کر

سکے، البتہ خوشگوار موسم میں سیرتِ پاک پر مہینے پندرہ روز کے سلسلہ تقاریر یا سلسلۂ درس کی پیشکش کی۔[13] چنانچہ 1980ء کے موسمِ بہار میں ڈاکٹر صاحب پاکستان تشریف لائے اور 8 مارچ سے 20 مارچ تک یونیورسٹی کے غلام محمد گھوٹوی ہال میں بارہ خطبات پیش کیے۔ سوائے جمعہ کے ہر روز عصر تا مغرب لیکچر ہوتا اور مغرب تا عشا سامعین و حاضرین کے سوالات کے جواب دیے جاتے۔

ان خطبات کو ○ تاریخِ قرآنِ مجید، ○ تاریخ حدیث شریف، ○ تاریخِ فقہ، ○ تاریخِ اصولِ فقہ و اجتہاد، ○ اسلامی قانون بین الممالک، ○ دین (عقائد، عبادات، تصوف)، ○ عہدِ نبوی میں مملکت اور نظم و نسق، ○ عہدِ نبوی میں نظامِ دفاع اور غزوات، ○ عہدِ نبوی میں نظامِ تعلیم، ○ عہدِ نبوی میں نظامِ تشریع و عدلیہ، ○ عہدِ نبوی میں نظامِ مالیہ و تقویم، ○ عہدِ نبوی میں تبلیغ اسلام اور غیر مسلموں سے برتاو کے عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا ہے۔ ان بارہ خطبات میں سے پہلے چھ کا تعلق اسلامی ماخذات سے ہے، جب کہ اگلے چھ کا سیرتِ نبوی سے؛ یوں بظاہر ایک لڑی میں پروئے ہوئے یہ تمام خطبات دو بنیادی حصوں میں تقسیم کیے جاسکتے ہیں۔

ڈاکٹر انور محمود خالد نے خطباتِ مدراس کے بعد خطباتِ بہاولپور کو ایک عہد آفریں کتاب قرار دیا ہے۔[14] یہی وجہ ہے کہ آج اکثر تعلیم یافتہ افراد تک میں ڈاکٹر محمد حمید اللّٰہ کا حوالہ صرف یہی خطبات ہیں۔ ان کے علمی کاموں اور کارناموں کی فہرست مشرق و مغرب کی متعدد زبانوں تک پھیلی ہوئی ہے، لیکن ان خطبات کی مقبولیت اور افادیت نے ان کی دیگر کتب و مقالات کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ ان خطبات کے اردو میں متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور ڈاکٹر فضل الدین اقبال کی طرف سے Emergence of Islam اس کا انگریزی ترجمہ بھی منصۂ شہود پر آچکا ہے۔

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی اور ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس نے ڈاکٹر صاحب کی علمی عظمت کو تسلیم کرنے کے باوجود ان کے بعض تسامحات کی بھی نشاندہی کی ہے۔[15] جب کہ ڈاکٹر سلیم طارق خان کا کہنا بجا ہے اگر خطباتِ بہاولپور کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کریں تو یہ خطبات بذاتِ خود جہاں بہت سی نئی جہتیں لیے ہوئے ہیں، وہیں پر اہلِ تحقیق کی توجہ کے بھی طالب ہیں کہ وہ ان نکات پر نئے سِرے سے گفتگو کریں، تاکہ نئے نتائج حاصل کر سکیں۔[16]

○○○

اردو کے علمی خطبات کی تاریخ میں موضوعاتی وسعت اور مستقل مزاجی کے اعتبار سے ڈاکٹر محمود احمد غازی (1955ء۔2012ء) کا نام سرِفہرست ہے۔ ایسے موضوعات پر، جن پر دیگر مقررین ایک خطبہ میں بات

مکمل کر سکتے ہیں، ڈاکٹر غازی کے وسعتِ مطالعہ اور فکری گہرائی و گیرائی کے باعث سلسلۂ خطبات میں پھیل گئے۔ اس سلسلے کا آغاز کیسے ہوا، اس کا اظہار خود صاحبِ محاضرات نے ان درج ذیل عبارت میں کیا ہے:

> ان خطبات کی ضرورت کا احساس سب سے پہلے میری بہن محترمہ عذرا نسیم فاروقی کو ہوا۔ وہ خود ایک عرصے سے درسِ قرآن کا اہتمام کر رہی ہیں۔ انگلستان اور ملائشیا میں اپنے قیام کے دَوران میں ان کو اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے اجتماعات میں دروسِ قرآن دینے کا موقع ملا۔ ان دروس کی کامیابی اور تاثیر نے ان کو حوصلہ دیا اور یہ سلسلہ انھوں نے 1993ء سے تسلسل سے جاری رکھا ہوا ہے۔۔۔ اس جذبہ کے تحت محترمہ عذرا نسیم فاروقی نے تجویز کیا کہ راولپنڈی اور اسلام آباد میں مدرساتِ قرآن کے لیے ایک توجیہی (Orientational) پروگرام منعقد کیا جائے، جو عموماً خواتین مدرساتِ قرآن کی نظروں سے اوجھل رہتے ہیں۔[17]

چنانچہ قرآنِ کریم پر یہ بارہ محاضرات و خطبات 7 سے 18 اپریل 2003ء تک جاری رہے۔ اس موقع پر راولپنڈی اور اسلام آباد کی ایک سو خواتین مدرسات نے شرکت کرتی رہیں۔ مقرر نے ان موضوعات پر محاضرات پیش کیے: ○ تدریسِ قرآنِ مجید، ایک منہاجی جائزہ، ○ قرآنِ مجید، ایک عمومی تعارُف، ○ تاریخِ نزولِ قرآنِ مجید، ○ جمع و تدوینِ قرآنِ مجید، ○ علمِ تفسیر، ایک تعارُف، ○ تاریخِ اسلام کے چند عظیم مفسرینِ قرآن، ○ مفسرینِ قرآن کے تفسیری مناہج، ○ اعجاز القرآن، ○ علوم القرآن، ایک جائزہ، ○ نظمِ قرآن اور اسلوبِ قرآن، ○ قرآنِ مجید کا موضوع اور اس کے اہم مضامین، ○ تدریسِ قرآنِ مجید، دَورِ جدید کی ضروریات اور تقاضے۔

چونکہ یہ خطبات زبانی دیے گئے تھے اور سنینِ واقعات و وفیات بھی یادداشت کی بنیاد پر بیان کی گئی تھیں، چنانچہ مقرر نے طلبۂ تحقیق پر واضح کر دیا کہ ان تاریخوں پر اعتماد کرنے کے بجائے مستند ذرائع سے رجوع کریں۔[18]

ان خطبات کا مجموعہ محاضراتِ قرآنی کے نام سے کتابی صورت میں الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب لاہور نے ۲۰۰۴ء میں بڑے اہتمام سے شائع کر دیا ہے۔ اس مجموعے کے پیش لفظ میں محاضراتِ حدیث کی اطلاع بہم پہنچائی گئی ہے۔

سلسلۂ محاضرات کی دوسری کڑی کا تعلق حدیث سے تھا۔ یہ خطبات ادارۂ الہدیٰ کے تعاون سے الہدیٰ اسلام آباد مرکز کے ہال میں دیے گئے۔ یہ خطبات ⌨ سے 👁〰📂/ اکتوبر ▤📁📁📄ء تک جاری رہے، جن خواتین مدرسات کے علاوہ بڑی تعداد میں اہلِ علم خواتین بھی شریک ہوتی رہیں۔ خطبات کے عنوان ملاحظہ ہوں: ○ حدیث، ایک تعارُف، ○ علمِ حدیث کی ضرورت اور اہمیت، ○ حدیث اور سنّت بطور ماخذِ

شریعت، ○روایتِ حدیث اور اقسامِ حدیث، ○علمِ اسناد و رجال، ○ جرح و تعدیل، ○ تدوینِ حدیث، ○ رحلۃ اور محدثین کی خدمات، ○علومِ حدیث، ○ کتبِ حدیث، شروحِ حدیث، ○برِ صغیر میں علمِ حدیث، ○ علومِ حدیث، دَور جدید میں۔

یہ مجموعۂ خطبات 2004ء میں الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب لاہور کی طرف سے نہایت خوبصورت انداز میں شائع ہوئے۔ اس مجموعے کی مقبولیت کا اندازہ 2010ء میں اس کی چھٹی اشاعت سے ہو سکتا ہے۔

محاضرات کے سلسلے کی تیسری کڑی فقہ سے متعلق تھی اور یہ خطبات 27 ستمبر سے 8 اکتوبر تک جاری رہے۔ حسبِ سابق اس کے سامعین میں بھی خواتین مدرسات اور اہلِ علم خواتین شامل تھیں۔ خطبات کے موضوعات خاص طور پر قانون دانوں، عالموں، مفتیوں اور جدید تعلیمی اداروں کے موجودہ اور فارغ التحصیل طلبہ و طالبات کو پیشِ نظر رکھ کر ترتیب دیے گئے تھے، یعنی ○ فقہ اسلامی، علومِ اسلامیہ کا گُلِ سرسبد، ○علمِ اصولِ فقہ، عقل و نقل کے امتزاج کا ایک منفرد نمونہ، ○فقہ اسلامی کے امتیازی خصائص، ○اہم فقہی علوم اور مضامین، ایک تعارُف، ○ تدوینِ فقہ اور مناہج فقہا، ○ اسلامی قانون کے بنیادی تصورات، ○ مقاصدِ شریعت اور اجتہاد، ○ اسلام کا دستوری اور انتظامی قانون، بنیادی تصورات، حکمت، مقاصد، ○اسلام کا قانونِ جرم و سزا، ○ اسلام کا قانونِ تجارت و مالیات، ○مسلمانوں کا بے مثال فقہی ذخیر، ایک جائزہ، ○ فقہ اسلامی دَورِ جدید میں۔ خطبات کا یہ مجموعہ محاضراتِ فقہ کے نام سے الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب لاہور کی طرف سے 2005ء میں شائع کیا گیا۔

سلسلہ محاضرات کے چوتھی کڑی سیرت سے متعلق ہے، جس کے پیش لفظ میں سابق محاضرات کے حوالے سے مقرر نے تحدیثِ نعمت کے طور پر تحریر کیا ہے:

> ”خالقِ کائنات کا یہ بے پایاں فضل و کرم ہے کہ اس نے نہ صرف یہ توفیق اور صلاحیت ارزانی فرمائی، بلکہ اس سلسلۂ محاضرات کو اس کے علمی معیار اور اس کے حقیر مؤلف کی اہلیت اور اوقات سے کہیں بڑھ کر مقبولیت عطا فرمائی۔“(19)

اس سلسلۂ خطبات میں انھوں نے ان موضوعات پر گفتگو کی ہے: ○ مطالعۂ سیرت کی ضرورت و اہمیت، ○سیرت اور علومِ سیرت، ایک تعارُف، ایک جائزہ، ○ علمِ سیرت، آغاز، ارتقا، تدوین اور توسیع، ○ مناہجِ سیرت، سیرت نگاری کے مناہج اور اسالیب، ○ چند نامور سیرت نگار اور ان کے امتیازی خصائص، ○ریاستِ مدینہ، دستور اور نظامِ حکومت، ○ریاستِ مدینہ، معاشرت و معیشت، ○ کلامیاتِ سیرت،

○ فقہیاتِ سیرت، ○ مطالعۂ سیرت پاک و ہند میں، ○ مطالعۂ سیرت دَورِ جدید میں، ○ مطالعۂ سیرت، مستقبل کی ممکنہ جہتیں۔

مجموعۂ خطبات سے التباس ہو سکتا ہے کہ یہ سیرت کے موضوع پر ہے، لیکن خود مقرر نے وضاحت کر دی ہے کہ یہ کتاب سیرت سے نہیں، علمِ سیرت سے بحث کرتی ہے؛ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

> ”اردو داں قارئین سیرت کی بنیادی معلومات اور اہم وقائع سے واقفیت حاصل کرنا چاہیں تو اس کا کافی سامان ہماری زبان میں موجود ہے، لیکن سیرت کا یہ علم کن مراحل سے گزرا، کن کن مقاصد کے پیشِ نظر سیرت نگاروں نے یہ سارا لٹریچر مرتب کیا، اس پر اُردو زبان میں مواد کی کمی محسوس ہوتی ہے۔“(20)

محاضرات کا سلسلہ رواں دواں رہا اور اس کی پانچویں کڑی کے طور پر جنوری 🖰🗀🗀🗎ء میں انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد میں شریعت سے متعلق خطبات پیش کیے، جنھیں نظرِ ثانی کے بعد دوحہ (قطر) کی مختصر اور محدود مجالس میں پیش کیا گیا۔ موجودہ مجموعہ نظرِ ثانی شدہ خطبات پر مشتمل ہے۔ ان سلسلے میں جن موضوعات پر گفتگو کی گئی، ان میں تفصیل یوں ہے: ○ اسلامی شریعت، ایک تعارُف، ○ اسلامی شریعت، خصائص، مقاصد اور حکمت، ○ اُمتِ مسلمہ اور مسلم معاشرہ، ○ اخلاق اور تہذیبِ اخلاق، ○ شریعت کا فردِ مطلوب، اسلامی شریعت اور فرد کی اصلاح و تربیت، ○ تدبیرِ منزل، اسلام میں ادارۂ خاندان اور اس کی اہمیت، ○ تدبیرِ مدن، ریاست و حکومت کے باب میں شریعت کی ہدایات، ○ تزکیہ اور احسان، ○ عقیدہ و ایمانیات، نظامِ شریعت کی اوّلین اساس، ○ علمِ کلام، عقیدہ و ایمانیات کی علمی تشریح و تدوین، ایک عمومی تعارُف، ○ اسلامی شریعت دَورِ جدید میں، ○ اسلامی شریعت کا مستقبل اور ملتِ اسلامیہ کا تہذیبی ہدف۔

محاضراتِ سیرت کے نام سے مذکورہ بالا خطبات کا مجموعہ الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب لاہور کی طرف سے 2009ء میں شائع ہو گیا۔ 552 صفحات پر مشتمل یہ مجموعہ ضخامت کے اعتبار دیگر تمام مجموعوں پر سبقت رکھتا ہے۔

ان محاضرات کے پیش لفظ میں ڈاکٹر محمود احمد غازی نے تین زیرِ غور عنوانات کا اظہار کیا، یعنی عقیدہ و ایمانیات، تزکیہ و احسان اور تجارت و معیشت، لیکن ان میں سے اوّل الذکر دو عنوانات پر بات کرنے کا انھیں موقع نہیں مِلا، البتہ وہ معیشت و تجارت پر خطبات دینے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ خطبات 🖲🗀🗀🗎ء میں دوحہ کی مختلف علمی مجالس میں دیے گئے اور پیشتر کا اہتمام شیخ علی ابنِ حجر مرحوم کے وقف کتب خانہ میں ہوا۔ ان خطبات کی موضوعاتی تفصیل یہ ہے: ○ مالیات و معیشت کی بنیادیں، ○ اسلام کا نظامِ مالیات و معیشت، بنیادی

تصورات،○ دَورِ جدید کے اہم معاشی اور مالیاتی مسائل، ایک جائزہ،○ معیشت و تجارت میں ریاست کا کردار، ○ اسلام میں مال و ملکیت کے احکام،○ اسلام میں معیشت و تجارت کی اہمیت اور اس کے احکام،○ حرمتِ رُبا اور اس کی حکمت،○ رُبا اور سود کے اسلامی متبادلات،○ رُبا کے بارے میں پیدا ہونے والے بعض شبہات اور ان کی وضاحت،○ اسلامی بینکاری، ماضی، حال اور مستقبل،○ اسلامی معیشت، تجارت اور بینکاری، دَورِ جدید میں،○ اسلامی معاشیات کا مستقبل۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی نے نشاندہی کی ہے کہ ساٹھ ستر برس پہلے سیاست و ریاست کو اہمیت حاصل تھی، لیکن پھر معیشت و تجارت کی افادیت بڑھتی گئی۔ دوسری طرف انھوں نے اشتراکیت کے خاتمے اور سرمایہ داری کے ضعف کے نتیجے میں اہلِ مغرب کے ہاں اسلامی نظامِ معیشت پر غور و فکر اور تعلیم و ترتیب کی طرف توجہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ”ان حالات میں ہم اہلِ پاکستان کا یہ فرض ہے کہ ہم اس ضمن میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس و اِدراک پیدا کریں، اسلامی معیشت و تجارت کے احکام سے آگاہی حاصل کریں اور وطنِ عزیز میں ان احکام پر عمل درآمد کے عمل کو تیز کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔ زیرِ نظر محاضرات اسی ضرورت کے احساس کا ایک مظہر ہیں۔“(21)

اس موقع پر انھوں نے ماہرینِ معاشیات یا فقہا کرام کے بجاے عام تعلیم یافتہ طبقے اور خاص طور پر تجارتی و کاروباری حلقے سے وابستہ افراد کو اپنے خطبات کا مخاطب قرار دیا ہے۔ یہ مجموعہ محاضراتِ معیشت و تجارت کے نام سے الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب لاہور کی طرف سے 2010ء میں شائع ہوا۔

## 1۔ محاضراتِ تعلیم

ایک طرف محاضرات کا یہ سلسلہ جاری تھا تو دوسری جانب 2007ء سے زوار اکیڈمی کراچی کی دعوت پر سالانہ خطبات بھی دیے جا رہے تھے، جن میں سے آخری خطبہ 2011ء کو دیا گیا، چنانچہ ان چار خطبات کے بعد قدرت نے انھیں موقع نہ دیا اور یہ سلسلہ اُن کی رحلت کی وجہ سے رُک گیا، لہٰذا زوار اکیڈمی نے انھی چار خطبات کو کتابی صورت میں خطباتِ کراچی کے نام سے 2012ء میں شائع کر دیا۔

زوار اکیڈمی کراچی کی طرف سے 2007ء میں دارالعلم و التحقیق قائم کیا گیا تو اس کے زیرِ اہتمام سید زوار حسین شاہؒ کی نسبت سے سالانہ بنیادوں پر یادگاری خطبات کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ اس حوالے سے ادارے نے ڈاکٹر محمود احمد غازی (1950ء۔2012ء) کو دعوت دی اور پھر 2011ء تک وہی مدعو ہوتے

رہے۔ یوں غازی صاحب نے چار خطبات دیے، جنھیں سید عزیز الرحمٰن نے ترتیب و تدوین کے بعد خطباتِ کراچی کے نام سے فروری 2012ء میں زوار اکیڈمی کراچی کی طرف سے شائع کر دیا۔

خطبات کی ترتیب یوں ہے، ○ اسلام اور مغرب: موجودہ صورتِ حال، امکانات، تجاویز، ○ اسلامی شریعت: مقاصد و حکمت، ○ اسلامی سزاؤں کا تصور اور مغربی قوانین، ○ علم سیرت اور مستشرقین۔

یہ خطبات ایک محدود دَوانیے یا کسی ایک موضوع پر یا کسی شعبۂ علم کے مختلف پہلوؤں پر نہیں دیے گئے، بلکہ ہر خطبے کے درمیان کم و بیش ایک سال کا وقفہ ہے اور ان کے موضوعات میں بظاہر کوئی ایسی نسبت نہیں، جنھیں کسی سلسلۂ خطبات سے منسوب کیا جائے، البتہ بہ نظر غائر دیکھا جائے تو پہلے، تیسرے اور چوتھے خطبے میں مغرب کا حوالہ نمایاں ہے، جس کی موجودگی میں ان تین خطبات کو ایک سلسلے میں جوڑا جا سکتا ہے۔ دوسرے خطبے کے عنوان میں اگرچہ مغرب کا ذکر نہیں، لیکن اگر غور کیا جائے تو اندازہ ہو گا کہ تیسرے خطبے سے پہلے شریعتِ اسلامی کے مقاصد اور حکمت کا جاننا ضروری ہے، اس کے بعد ہی اسلامی سزاؤں اور مغربی قوانین کا تقابل ہو سکتا ہے۔

یہ خطبات تحریری نہیں، زبانی دیے گئے، جنھیں بعد میں تحریری صورت دی گئی، البتہ مقرر نے کاغذ پر کچھ نکات لکھ رکھے تھے لیکن کاغذ کھول کر دیکھنے کی نوبت نہیں آئی'۔(ص62)اس سلسلے میں مرتبِ خطبات کا کہنا ہے:

> ''ڈاکٹر صاحبؒ۔۔۔ مسلسل انتہائی عالمانہ گفتگو کرنے کا ملکہ رکھتے تھے۔ آپ کی گفتگو نہایت مربوط ہوتی، اس طرح گویا متن پڑھ رہے ہیں۔ بہت سے مقامات پر آپ کی تقریر کے پورے پورے جملے تحریر میں اس طرح منتقل ہو جاتے ہیں، جیسے گفتگو میں ادا کیے گئے تھے۔ ''[22]

اردو کے علمی خطبات میں تسلسل کے حوالے سے ڈاکٹر محمود احمد غازی کی استقامت کو کوئی اَور دانشور نہیں پہنچ سکا۔ یہ استقلال بجائے خود ایک اہم بات ہے، جس میں اردو میں کوئی ان کا ثانی نہیں۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی کے مطبوعہ خطبات کی مجموعی تعداد چھہتّر ہے۔ یہ اتنا بڑا کام ہے کہ اردو ادب کی تاریخ میں علمی خطبات میں انھیں بہر صورت سرِ فہرست رکھنا ہو گا۔

محاضرات پر مجموعی تبصرہ کرتے ہوئے مدیرِ الشریعہ عمار خاں ناصر نے ان کی چار خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔ اوّل، ان سے ایک جامع اور فکری اعتبار سے مربوط عالمی منظر نامہ سامنے آتا ہے؛ دوم، یہ معاصر فکری تناظر سے منقطع نہیں ہیں؛ سوم، مطالعے اور معلومات کی وہ وسعت ہے، جس سے کوئی بھی قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور چہارم، ان محاضرات میں مغربی فکر، اس کی اساسات اور اس کے تہذیبی مزاج پر بھی ایک بھرپور تبصرہ آ گیا ہے۔[23]

ڈاکٹر غازی کے ہاں گفتگو میں ایک ارتقائی سفر ملتا ہے۔ وہ کسی بھی موضوع کو لیں، وہ اس سے متعلق ابتدائی معلومات سے آغاز کرتے ہیں اور موضوع کے مختلف پہلوؤں پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے وسعتِ مطالعہ کو کام میں لاتے ہیں۔ سوالات اٹھاتے اور ان کے جوابات دیتے، گفتگو کو منطقی نقطے کی طرف لے جاتے ہیں اور تقریر کے اختتام پر سامع (اور قاری) کی ذہنی و فکری تشفی کی صورت نکل آتی ہے۔ ان کے ہاں قاری کی ذہنی سطح کو آہستہ آہستہ بلند کرنے اور حصولِ مقصد کے لیے اس کی انگلی پکڑ کے ساتھ لے جانے کا احساس ہوتا ہے اور جہاں ڈاکٹر غازی خاموش ہوتے ہیں، وہاں سے قاری نئے سوالات کے ساتھ فکر و نظر کے نئے راستے پر گامزن ہونے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

OOO

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے اقبال بین الاقوامی ادارہ برائے تحقیق و مکالمہ کے اشتراک سے بھارت کے معروف سیرت نگار پروفیسر ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی (1944ء-2020ء) کو سیرت پر پانچ خطبات ارشاد فرمانے کے لیے مدعو کیا۔ مہمان مقرر نے یہ خطبات 25 مارچ سے 29 مارچ 2013ء تک بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی (فیصل مسجد کیمپس) کے علامہ اقبال آڈیٹوریم میں دیے۔

ڈاکٹر صدیقی نے O سیرت نگاری کا عمومی جائزہ، O سیرتِ ابنِ اسحاق، مغازی واقدی اور طبقاتِ ابنِ سعد وغیرہ کی روایات و متون کا تجزیاتی و تنقیدی جائزہ، O بعض اہم کتبِ سیرت اور ان کے اسالیب کا تنقیدی جائزہ، O حدیث، انساب اور تاریخ کی کتابوں میں موجود روایاتِ سیرت کا جائزہ، O کتبِ سیرت کی تاریخی اور موضوعاتی ابواب بندی اور سیرتِ نبویؐ کی جامع جہات کا مطالعہ کے عنوانات سے اپنے خطبات پیش کیے۔

خطباتِ اسلام آباد کے نام سے یہ مجموعہ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے ؟؟؟؟ء میں کتابی صورت میں شائع ہوئے۔

ایک سال بعد، یعنی مارچ 2014ء میں سرگودھا یونیورسٹی کے شعبۂ علومِ اسلامیہ کے صدر پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر نے ان سے وعدہ لیا کہ مارچ 2015ء میں سرگودھا یونیورسٹی میں دس خطبات دینے تشریف لائیں گے۔[24] چنانچہ حسبِ وعدہ ڈاکٹر صدیقی سرگودھا یونیورسٹی تشریف لائے اور تبدیل شدہ پروگرام کی وجہ سے روزانہ دو خطبات ارشاد فرمائے۔

مقرر نے اپنی پاکستان آمد سے قبل ہی خطبات کے موضوعات سے مطلع کر دیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے ان خطبات کے لیے مکی دَور منتخب کیا، جس کی وجہ انھوں اپنے پہلے خطبے کے آغاز میں بتائی:

> "بلاخوفِ ملامت و تردید اور پورے ایمان و ایقان اور تمام تر خلوص و انصاف کے ساتھ یہ خاکسارانہ اظہارِ حقیقت واقعہ و تجزیہ ہے۔ سب کے سب قدیم و جدید مصادرِ سیرت نے حضرت محمد ﷺ

کے مکی دَورِ حیات، عہدِ کا گزاری اور اقلیم کارسازی کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ انھوں نے بعد کے مدنی دَورِ حیات و عمل کو اتنا درخشاں، تابندہ اور خیر کن بنا کر پیش کیا کہ مکی عہدِ حیات و سیرت اسکی محض ایک پرچھائیں بن کر رہ گیا۔ اس جانبدارانہ نگارش اور غیر منصفانہ تدوین میں اصل رجحان سیرتِ نگاری بنیادی قدیم مؤلفینِ سیرت اور ان کا سرچشمہ علم جامعینِ روایات نے قائم کیا۔ اخبار و روایات کے پیش رَو جامعینِ کرام کے سر زیادہ الزام نہیں دھرا جا سکتا کہ ان کی تدوینات اور نگارشات وترسیلات کا خاطر خواہ ذخیرہ ہمیں نہیں ملا۔"(25)

ڈاکٹر صدیقی نے ○ مکی عہدِ نبوی کی تفہیم و نگارش، مؤلفینِ سیرت کے عجز و قصور کے اسباب، ○ قبلِ بعثت مکی حیاتِ طیبہ کی اہمیت، ○ مکی عہدِ نبوی کے اہم ترین سنگِ میل، ○ مکی دلائلِ نبوی و معجزات، ○ مکی دَور میں دین و شریعتِ اسلامی کا ارتقا، ○ اقتصادی و معاشی زندگی، ○ مکی دَورِ نبوی میں علومِ اسلامی کا ارتقا، ○ مکی تہذیب و تمدن، ○ تعمیر و فنِ تعمیر، ○ مکی دَور میں علوم و فنون کا ارتقا کے عنوان سے خطبات پیش کیے۔

یہ خطبات دراصل سیرت نگاروں کو اس جانب احساس دِلاتے ہیں کہ حیاتِ حضورؐ کے مکی دَور پر توجہ دینے سے ہی سیرت النبی کے تمام پہلو نمایاں ہو سکتے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر نے 2016ء میں یہ خطبات مرتب کر کے خطباتِ سرگودھا (سیرتِ نبویؐ کا مکی دَور) کے نام سے شعبۂ علومِ اسلامیہ یونیورسٹی آف سرگودھا کی طرف سے شائع کر دیے۔

○○○

اگرچہ مذکورہ بالا تمام خطبات کسی نہ کسی علمی ضرورت کو کماحقہٗ نہیں تو بڑی حد تک پورا کرتے ہیں، لیکن چونکہ علمی سفر کبھی ختم نہیں ہوتا اور نئی سماجی، معاشی، تہذیبی اور سیاسی احتیاجات فکری رہنمائی کا تقاضا کرتی رہتی ہیں، چنانچہ علمی خطبات کا سلسلہ بہرصورت جاری رہنا چاہیے۔ اب تک کے خطبات کا جائزہ لینے کے بعد درج ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:

ایک اہم بات یہ ہے کہ مختلف مقررین کی طرف سے خطبات کی تعداد مختلف رہی، مثلاً سید سلیمان ندوی نے مدراس میں آٹھ، الٰہ آباد میں پانچ اور بمبئی میں چار خطبات میں اپنے موضوع پر گفتگو مکمل کی تو ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی نے اسلام آباد میں پانچ اور سرگودھا میں دس خطبات میں، لیکن ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے خطبات اور ڈاکٹر محمود احمد غازی کے تقریباً محاضرات کے تمام مجموعوں میں خطبات کی تعداد بارہ رہی، حتیٰ کہ ڈاکٹر غازی کے ہاں خطبات کی تعداد برقرار رکھنے کی شعوری کوشش بھی ملتی ہے، البتہ ان کی رحلت کی وجہ سے خطباتِ کراچی میں تعداد چار سے نہ بڑھ سکی۔

سید سلیمان ندوی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور ڈاکٹر محمود احمد غازی نے خطبات ان کی تقاریر یا گفتگو پر مشتمل ہے، البتہ ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی نے اپنے خطبات لکھ کر پیش کیے۔ اگرچہ ایک عالم کی طرف سے تحریری یا تقریری خطبات سے فرق نہیں پڑتا، لیکن تحریری خطبے میں ایک اضافی خوبی کا در آنے کا امکان رہتا ہے؛ البتہ جب تمام خطبات کا بالاستیعاب مطالعہ کیا جاتا ہے کہ بے ساختگی اور شگفتگی کے اعتبار سے بالترتیب ڈاکٹر محمد حمید اللہ خاں، سید سلیمان ندوی، ڈاکٹر محمود احمد غازی اور ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی کے نام لیے جاسکتے ہیں۔

سلسلۂ خطبات کے بیشتر مجموعوں کا تعلق دینِ اسلام اور اس کے متعلقات سے ہے۔ سید سلیمان ندوی نے سیرتِ رسول کے مختلف پہلوؤں پر بات کی تو ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی نے سیرت کے صرف مکی دَور کو پیشِ نظر رکھا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے متنوع موضوعات پر خطبات کیا، لیکن ابتدائی چھ خطبات کو ایک لڑی میں پرویا جاسکتا ہے، چنانچہ تدریجی اعتبار سے ان کے خطبات ایک دوسرے سے اس قدر مربوط ہیں کہ کسی ایک خطبے کو درمیان سے حذف کر دیا جائے تو تشنگی کا احساس رہتا ہے، جب کہ اگلے چھ خطبات سیرت کے مختلف پہلوؤں سے متعلق ہیں، البتہ ڈاکٹر محمود احمد غازی کی انفرادیت یہ ہے کہ مذکورہ بالا مقررین کے مقابلے میں انھوں نے زیادہ وسعتِ علمی اور وسعتِ مطالعہ کا ثبوت دیا اور آٹھ موضوعات پر سلسلۂ خطبات قائم کیا اور ہر موضوع کے بارہ بارہ پہلوؤں کا احاطہ کیا۔ سید سلیمان ندوی کے الہٰ آباد کے خطبات کا تعلق ہند و عرب تعلقات سے ہے تو بمبئی کے خطبات عربوں کی جہاز رانی سے، جو ہند عرب تعلقات ہی کی ایک جہت ہے۔

سامعین کے اعتبار سے سید سلیمان ندوی کو جنوبی ہند کے انگریزی مدارس کے مسلمان طلبہ کے علاوہ مسلم و غیر مسلم معززین میسر تھے؛ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کو سننے کے لیے یونیورسٹی کے اساتذہ، طلبہ و طالبات اور شہر کے علماء و اہلِ ذوق خواتین حضرات کی اتنی بڑی تعداد جمع ہوتی کہ یونیورسٹی ہال کے باہر بھی نشستوں اور لاؤڈ اسپیکروں کا اہتمام کرنا پڑتا؛ ڈاکٹر محمود احمد غازی کے سامعین کی بڑی تعداد بالعموم مدرسات پر مشتمل تھی، جب کہ ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی کے خطبات کو سننے کے لیے جامعہ سرگودھا کے اساتذہ اور طلبہ و طالبات اور معززینِ شہر کے علاوہ اسلام آباد، لاہور اور فیصل آباد کے مختلف تعلیمی اداروں کے اساتذہ اور طلبہ و طالبات شرکت کرنے آتے رہے۔

علمی اعتبار سے دیکھا جائے تو ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی کے خطبات سب سے وقیع ہیں، اس کے بعد سید سلیمان ندوی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور ڈاکٹر محمود احمد غازی کا نام لیا جاسکتا ہے، البتہ ابلاغ کے اعتبار سے ناموں کی ترتیب ڈاکٹر محمود احمد غازی، سید سلیمان ندوی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی ہوگی۔

سید سلیمان ندوی کے خطبات کو برِ صغیر کے تمام مکاتبِ فکر کے علما نے سراہا اور تقریباً تمام مسالک کے ناشروں نے اسے شائع کیا۔ خطباتِ بہاولپور کو تعلیم یافتہ طبقات میں بہت پذیرائی ملی اور اسے حوالے کی کتاب سمجھا گیا، لیکن علما و فضلا نے اس کے بعض تسامحات کی نشاندہی کی۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی کے خطبات و محاضرات پر بالعموم پسندیدگی اور ستائش کا رویہ اپنایا گیا، جب کہ خطباتِ سیرت اور خطباتِ سرگودھا کے حوالے پر ابھی قابلِ ذکر تحریر منظرِ عام پر نہیں آئیں۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے کُل خطبات کی تعداد بارہ ہے، ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی نے دو مقامات پر پندرہ خطبات دیے، سید سلیمان ندوی نے تین مواقع پر سترہ، جب کہ صرف ڈاکٹر محمود احمد غازی نے سات مواقع پر کُل چھہتّر خطبات دیے۔ یوں دیگر تینوں علما کے مجموعی طور پر چوالیس خطبات کے برعکس صرف ڈاکٹر محمود احمد غازی کے خطبات کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔

ooo

ہمارے ہاں علمی خطبات کا سلسلہ کچھ زیادہ فروغ نہیں پا سکا، بلکہ اس کی رفتار غیر تسلی بخش ہی نہیں رہی، بلکہ تشویش ناک بھی ہے۔ متحدہ ہندوستان میں مدراس کی اسلامی تعلیمی انجمن کی طرف سے جن تین مقررین کو مدعو کیا گیا، ان میں سے صرف سید سلیمان ندوی نے اپنے خطبات اردو میں پیش کیے۔ ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد اور اسلامک ریسرچ ایسوسی ایشن بمبئی کے لیے بھی سید سلیمان ندوی ہی نے خطبات دیے، چنانچہ اردو زبان میں ان تین مواقع کے علاوہ اس سلسلے کا سراغ نہیں ملتا اور پھر آزادی کے بعد ان کی نشاندہی صرف مغربی پاکستان میں ہوتی ہے، یعنی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، زوار اکیڈمی کراچی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد اور سرگودھا یونیورسٹی سرگودھا۔ یہاں ڈاکٹر زیبا افتخار کے بیان سے ان کی دردمندی کا اندازہ ہوتا ہے، جو کہتی ہیں:

> ”مغرب کی دانش گاہوں اور تحقیقی اداروں میں علما و فضلا کے توسیعی لیکچروں کی روایت بہت عام رہی ہے۔ وہاں ایسے ماہرین کی کمی نہیں، جن کے خطبات تحقیقی مطالعے اور ذاتی مشاہدات پر مبنی ہوں۔ جب برِ عظیم میں توسیعی خطبات کی روایت شروع ہوئی تو محسوس ہوا کہ علمی تخصص اور تحقیق کے میدان میں ہم بہت پیچھے ہیں۔ خطبات کی جو روایت مدراس کی اسلامی تعلیمی انجمن نے ڈالی تھی، وہ بھی زیادہ عرصے قائم نہ رہ سکی۔“(26)

ان علمی خطبات میں ابھی تک جن موضوعات پر گفتگو کی گئی ہے، وہ بالعموم ملی یا قومی نوعیت کے ہیں۔ خطباتِ مدراس، خطباتِ بہاولپور، خطباتِ کراچی، سلسلہ محاضرات، خطباتِ سیرت اور خطباتِ سرگودھا میں دینی ضرورتوں کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے، اگر کہیں دیگر شعبوں (عرب و ہند کے تعلقات، عربوں کی جہاز رانی،

محاضراتِ تعلیم، محاضراتِ معیشت و تجارت وغیرہ) پر بات ہوئی ہے تو ان کے پس منظر میں بھی یہی جذبہ کارفرما رہا۔ یقیناً ان خطبات نے ایک اہم فریضہ انجام دیا، لیکن ابھی تک زندگی کے دیگر شعبے اور قومی ضرورتوں کی طرف توجہ نہیں ہو سکی۔ فنونِ لطیفہ، سماجی علوم اور سائنسی علوم میں اردو خطبات کی ضرورت بڑھتی جا رہی ہے۔

بلاشبہ قوموں کی تعلیمی بہتری، تہذیبی ترقی، معاشی خوشحالی اور سیاسی استحکام سے انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن ان کی ذہنی و فکری تربیت کے بغیر اقوامِ عالم میں سر اٹھا کے جینا مشکل ہو جاتا ہے، چنانچہ یہاں یہ عرض کرنا بے جا نہ ہو گا کہ ایک طرف جامعات کے باصلاحیت طلبہ و طالبات کو ان خطبات کے حوالے سے تحقیقی و تنقیدی کام کے لیے آمادہ کرنا چاہیے، تاکہ اس نہایت اہم علمی سلسلے کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو؛ دوسری جانب، ہماری جامعات سمیت علمی اداروں کو ان خطبات کی طرز پر تمام شعبۂ ہائے علوم کے اہلِ علم کو مدعو کر کے فکر و نظر کے نئے در وا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور پھر اُن خطبات کو کتابی صورت میں شائع کر کے قومی ضرورتوں کو پورا کرنا چاہیے۔

❑❑❑

## حوالہ جات اور حواشی

1 اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، جلد ہشتم، لاہور: دانش گاہ پنجاب، طبع دوم 2003ء، ص954

2 بحوالہ ایضاً

3 خطباتِ مدراس، دیباچہ طبع اوّل 1926ء

4 خطباتِ مدراس، کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، 1966ء، ص14

5 معارف اعظم گڑھ، سلیمان نمبر، ص120

6 معارف اعظم گڑھ، سلیمان نمبر، ص120

7 ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ایک رجحان ساز سیرت نگار، کراچی: جہانِ حمد پبلی کیشنز، 2017ء، ص103

8 مولانا سید سلیمان ندوی کی تصانیف (اوّل)، اعظم گڑھ: دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، 1988ء، ص273

9 مولانا سید سلیمان ندوی کی تصانیف (اوّل)، اعظم گڑھ: دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، 1988ء، ص333

10 صباح الدین عبدالرحمٰن: سوانحِ حیات، مطبوعہ معارف اعظم گڑھ، سلیمان نمبر، ص24

11 عربوں کی جہاز رانی، بمبئی: اسلامک ریسرچ ایسوسی ایشن، 1958ء، ص1

12 صباح الدین عبدالرحمٰن: سوانحِ حیات، مطبوعہ معارف اعظم گڑھ، سلیمان نمبر، ص24

13 تعارُف طبع اوّل خطباتِ بہاولپور، اسلام آباد: ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، 2010ء، ص11

14 اردو نثر میں سیرتِ رسولؐ، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 1989ء ص752

15 ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، خطباتِ بہاولپور، علمی و تحقیقی جائزہ، مطبوعہ الثقافۃ الاسلامیہ، شمارہ 16، 2007ء، شیخ زاید اسلامک سنٹر کراچی، ص 1-20۔ ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس: خطباتِ بہاولپور (تعارف اور مشہور روایات کا تنقیدی جائزہ)، مطبوعہ معارفِ اسلامی، 2003ء-2004ء، ص367-393

16 خطباتِ بہاولپور، مرتبہ ڈاکٹر عبدالمجید بغدادی، لاہور: کتاب محل، 2017ء، ص10

17 محاضراتِ قرآنی، لاہور: الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، 2017ء، ص7، 8

18 محاضراتِ قرآنی، لاہور: الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، 2017ء، ص9

19 محاضراتِ سیرت، لاہور: الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، 2017ء، ص9

20 محاضراتِ سیرت، لاہور: الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، 2017ء، ص7

21 محاضراتِ معیشت و تجارت، لاہور: الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، 2010ء، ص8

22 خطباتِ کراچی، کراچی: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، 2012ء، ص8
23 ماخوذ از https://www.mukaalma.com/630/ بتاریخ 21 اگست 2020، بوقت 13:40 پاکستان
24 خطباتِ سرگودھا، سرگودھا: شعبہ علومِ اسلامیہ سرگودھا یونیورسٹی، 2016ء، ص12
25 خطباتِ سرگودھا، سرگودھا: شعبہ علومِ اسلامیہ سرگودھا یونیورسٹی، 2016ء، ص19
26 ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ایک رجحان ساز سیرت نگار، کراچی: جہانِ حمد پبلی کیشنز، 2017ء، ص128